درس ۱۷

جہاد و قتال فی سبیل اللہ کے موضوع پر
قرآن حکیم کی جامع ترین سورۃ
سُورۃ الصَّف

(۵)

اللہ تعالیٰ کے قانونِ ہدایت و ضلالت کی ایک اہم دفعہ

سورۃ الصف کی آیت نمبر ۵ ﴿ وَاِذْ قَالَ مُوْسٰی لِقَوْمِهٖ .... ﴾ جس سلسلۂ کلام اور جس ربط کے ساتھ اس سورۂ مبارکہ میں وارد ہوئی ہے' اس کے مطابق اس کا اصل مفہوم واضح ہو گیا۔ لیکن جیسا کہ بارہا عرض کیا گیا ہے' یہ بات پیش نظر رہے کہ قرآن مجید کی ہر آیت اپنی جگہ علم و حکمت کا ایک مکمل موتی ہے۔ اسے جب ایک سلسلۂ مضمون کی کڑی میں پرویا جاتا ہے تو اس کا ایک مفہوم اور ایک رُخ متعین ہو جاتا ہے' لیکن اس کا کوئی دوسرا رُخ بھی ہو سکتا ہے جو اس سلسلۂ کلام کے اعتبار سے اگرچہ ضمنی قرار پائے گا لیکن اس کی اہمیت اپنی جگہ مسلم ہو گی۔ اور اس میں کوئی شک نہیں کہ قرآن حکیم کے علوم و معارف کے بہت سے قیمتی موتی اسی طرح آیات کے ضمنی مضامین کی حیثیت سے وارد ہوئے ہیں۔

یہاں ﴿ فَلَمَّا زَاغُوْٓا اَزَاغَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ ﴾ (پھر جب وہ ٹیڑھے ہو گئے تو اللہ نے ان کے دلوں کو بھی کج کر دیا) کے الفاظ میں اللہ تعالیٰ کے قانونِ ہدایت و ضلالت کی ایک بہت اہم دفعہ بیان ہو رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے انسان کو ہدایت یا ضلالت میں سے

© rasailojaraid.com

کسی ایک کو اپنانے کا اختیار (choice) دیا گیا ہے۔ جیسا کہ سورۃ الدھر میں فرمایا گیا :
﴿ اِمَّا شَاكِرًا وَّاِمَّا كَفُوْرًا ﴾ (خواہ وہ شکر والا بنے خواہ کفر کرنے والا) چاہے اِدھر آ جائے' چاہے اُدھر چلا جائے۔ انسان اگر ہدایت کی راہ اختیار کرے گا تو اللہ تعالیٰ اِسے اس کے لئے کھولتا چلا جائے گا' آسان کرتا چلا جائے گا' اور اگر وہ کج روی اختیار کرے گا تو وہی راستہ اس کے لئے آسان کر دیا جائے گا اور پھر اس پر وہ بڑھتا چلا جائے گا۔ اور جب انسان غلط راستے پر پڑ جائے اور پھر اس پر بڑھتا چلا جائے تو ایک وقت ایسا آتا ہے جسے ہم انگریزی میں "Point of no return" سے تعبیر کر سکتے ہیں۔ گویا آدمی اس درجے آگے نکل گیا کہ اب واپسی کا امکان ہی نہیں۔ اس مرحلے کو قرآن حکیم ان الفاظ سے تعبیر کرتا ہے:

﴿ خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰى سَمْعِهِمْ وَعَلٰى اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ ﴾
"اللہ نے اُن کے دلوں پر اور اُن کی سماعت پر مہر لگا دی ہے اور اُن کی آنکھوں پر پردے ڈال دیئے ہیں"۔

اسی کیفیت کے لئے یہاں "اَزَاغَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ" کے الفاظ لائے گئے ہیں۔ یعنی جب انہوں نے کج روی اختیار کی تو اللہ نے اُن کے دلوں کو بھی ٹیڑھا کر دیا۔ اس لئے کہ اللہ کا یہ ضابطہ اور قانون ہے کہ وہ کسی کو بالجبر ہدایت کی راہ پر نہیں لانا چاہتا۔ چنانچہ آیت کے اختتام پر فرمادیا گیا : ﴿ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ۞ ﴾ یعنی اللہ ان لوگوں کو جو فسق وفجور ہی کی راہ اختیار کر لیں' جو کج روی کو پسند کر لیں' زبردستی ہدایت نہیں دیا کرتا۔

مذکورہ بالا آیۂ مبارکہ میں تاریخ بنی اسرائیل کے ایک دَور کی طرف اشارہ فرمایا گیا ہے' جب اللہ کے رسول حضرت موسیٰ علیہ السلام ان کے مابین موجود تھے اور اس کے باوجود ان کا طرزِ عمل یہ تھا۔ تورات میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا یہ قول نقل ہوا ہے کہ بنی اسرائیل سے خطاب کر کے انہوں نے فرمایا : "اے قوم! تُو تو اس چھنال کی مانند ہے کہ جو پہلی شب میں بے وفائی کی مرتکب ہوئی ہو!"

حضرت مسیح علیہ السلام کی بعثت اور یہود کا معاندانہ رویّہ

اگلی آیت میں بنی اسرائیل کی تاریخ کی ایک جھلک دکھائی جا رہی ہے۔ یہ قوم اپنی

© rasailojaraid.com

اس کج روی میں اس حد تک بڑھ گئی کہ جب سلسلۂ بنی اسرائیل کے خاتم الانبیاء اور آخر الرُّسل حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بعثت ہوئی تو آپ کے ساتھ بھی ان کا طرزِ عمل انتہائی معاندانہ رہا۔

﴿ وَاِذْ قَالَ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ یٰبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَمُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْۢ بَعْدِی اسْمُہٗٓ اَحْمَدُ ؕ فَلَمَّا جَآءَھُمْ بِالْبَیِّنٰتِ قَالُوْا ھٰذَا سِحْرٌ مُّبِیْنٌ ۝ ﴾

"اور جب کہا عیسیٰ ابن مریم نے کہ اے اولادِ یعقوب! میں تمہاری طرف اللہ کا فرستادہ ہوں، میں تصدیق کرتے ہوئے آیا ہوں اُس کی کہ جو میرے سامنے موجود ہے تورات میں سے اور بشارت دیتے ہوئے آیا ہوں ایک رسول کی جو میرے بعد آئیں گے جن کا نام ہے احمد (مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم)۔ پھر جب وہ ان کے پاس صریح نشانیوں کے ساتھ آئے تو انہوں نے کہا کہ یہ تو کھلا جادو ہے"۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کے پاس ایسی کھلی کھلی نشانیاں اور معجزات لے کر آئے تھے جو پہلے کسی کو نہ دیئے گئے تھے۔ حسّی معجزات میں مُردوں کو زندہ کر دینے اور مٹی سے پرندوں کی تخلیق سے بڑھ کر کسی معجزے کا تصور نہیں کیا جاسکتا، لیکن علمائے یہود اور ان کے بڑے بڑے اصحابِ علم و فضل کی گراوٹ، ان کی پستی اور حق سے ان کے بُعد کا عالم یہ ہو گیا کہ ایسے صریح معجزے دیکھ کر بھی ان بدبختوں نے کہا کہ یہ تو کھلا جادو ہے، اور چونکہ جادو کفر ہے، لہٰذا یہ مرتد ہے، اور واجب القتل ہے۔ تو بنی اسرائیل نے اللہ کے ایک جلیل القدر پیغمبر کے ساتھ یہ طرزِ عمل اختیار کیا۔ یہ گویا کہ تاریخ بنی اسرائیل کا دوسرا دَور ہے۔

اس آیۂ مبارکہ میں بھی ایک مضمون جو اس سورت کے سلسلۂ کلام کی نسبت سے تو اگرچہ ضمنی کہلائے گا، لیکن اپنی جگہ پر بہت اہم ہے، یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بعثت ایک عجیب شان کی حامل ہے۔ وہ کوئی نئی شریعت لے کر نہیں آئے، بلکہ شریعتِ موسوی ہی کی تجدید کیلئے آئے تھے۔ متی کی انجیل میں "Sermon of the Mount" میں

ان کا یہ جملہ موجود ہے

© rasailojaraid.com
© rasailojaraid.com

"Don't think I have come to destroy law"

یعنی "کبھی یہ نہ سمجھنا کہ میں شریعت کو ختم کرنے آیا ہوں"۔ آپ شریعت کو ختم کرنے کے لئے نہیں، بلکہ شریعت کو قائم کرنے کے لئے آئے تھے۔ ان کی ایک حیثیت ہے شریعتِ موسوی کے مجدّد کی ایک اور حیثیت ہے محمدؐ رسول اللہ ﷺ کے پیشرو اور آپؐ کے بارے میں بشارت و خوشخبری دینے والی کی۔ چنانچہ ﴿ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَمُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْ بَعْدِي اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ ﴾ کے الفاظ مبارکہ میں بعثتِ عیسوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے دو پہلو بھی بیان ہو گئے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ بنی اسرائیل کی جو روش رہی اس کو واضح کرنے کے بعد فرمایا:

﴿ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُوَ يُدْعٰٓى اِلَى الْاِسْلَامِ ﴾

"اور اُس شخص سے بڑھ کر ظالم اور کون ہو گا جو اللہ پر جھوٹ تراشے، جبکہ اسے اسلام کی طرف پکارا جا رہا ہو"۔

یہ آیت کچھ برزخی مزاج کی ہے۔ اس کا تعلق آیۂ ماسبق سے بھی جڑ جاتا ہے اور آیۂ مابعد سے بھی۔ اس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دَور میں یہود کے طرزِ عمل کی طرف اشارہ بھی موجود ہے اور بعثتِ محمدّی علیٰ صاحبہا الصّلوٰۃ والسلام کے بعد محمدؐ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جو اُن کا سلوک رہا، وہ بھی اس کے آئینے میں دیکھا جا سکتا ہے۔ فرمایا گیا کہ ان سے بڑھ کر ظالم اور کون ہو گا جو اللہ کی طرف جھوٹ منسوب کریں، جبکہ انہیں اسلام کی طرف پکارا جا رہا ہو، اسلام کی دعوت دی جا رہی ہو! حضرت مسیح علیہ السلام بھی دعوتِ اسلام لے کر آئے تھے اور محمدؐ رسول اللہ ﷺ بھی دعوتِ اسلام لے کر آئے۔ آیت کے آخر میں فرمایا:

﴿ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ ﴾

"اور اللہ ایسے ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا"۔

ربطِ کلام کو ذہن میں رکھ کر غور کیجئے کہ قول اور فعل کے تضاد سے کوئی اُمّتِ مسلمہ

© rasailojaraid.com
© rasailojaraid.com

پستی کی کس حد تک پہنچ سکتی ہے! اس کے لئے ایک نشانِ عبرت کے طور پر تاریخِ بنی اسرائیل کے یہ ادوار سامنے لائے جا رہے ہیں۔

ع نورِ خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن

اس کے بعد آتی ہے وہ آیت جس میں یہود کے اس طرزِ عمل کا ذکر ہے جو انہوں نے محمدؐ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اختیار کیا' اور جس کی طرف اشارہ اس سے پہلی آیت میں موجود ہے۔ یہود کی بدبختی اور بدنصیبی ملاحظہ ہو کہ وہ خود منتظر تھے آخری نبی کی بعثت کے' اور ان سے یہ توقع تھی کہ وہ بڑھ کر آپؐ کا استقبال کریں گے۔ ان کے کچھ قبیلے آ کر عرب میں آباد ہی اس لئے ہوئے کہ ان کی کتابوں میں یہ خبر تھی کہ کھجوروں کی سرزمین میں آخری نبی کا ظہور ہو گا' چنانچہ اس امید میں کہ ہم اس کا وقت پالیں اور اس کے ساتھی بن سکیں' ان کے کچھ قبیلے یہاں آ کر آباد ہوئے' اور وہ اوس و خزرج کے لوگوں کو دھمکایا کرتے تھے کہ اس وقت تو تم ہم پر غالب ہو' ہمیں دبا لو جتنا چاہو' لیکن ایک وقت آنے والا ہے اور وہ دُور نہیں کہ نبی آخر الزّمان کا ظہور ہونے والا ہے اور جب ہم ان کے ساتھ ہو کر تم سے جنگ کریں گے تو تم ہم پر غالب نہ آسکو گے۔ لیکن یہود کی کہی ہوئی اسی بات کی وجہ سے اوس اور خزرج کے لوگ ایمان میں پیش قدمی کر گئے۔

بیعتِ عقبۂ اُولیٰ کے موقع پر رسول اللہ ﷺ نے حج کے لئے آئے ہوئے مدینہ کے چھ افراد کے سامنے دعوت پیش کی تو انہوں نے کنکھیوں سے ایک دوسرے کو دیکھا اور آپس میں سرگوشی کی کہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ وہی رسول ہیں جن کا یہود حوالہ دیا کرتے ہیں اور جن کا ذکر کیا کرتے ہیں' اور آؤ اس سے پہلے کہ یہود پیش قدمی کریں' ہم ان پر سبقت کریں اور ایمان لے آئیں۔ تو اللہ نے انہیں ایمان کی دولت سے سرفراز فرما دیا اور یہود اس نعمت سے محروم رہے' اور نہ صرف محروم رہے بلکہ یہ قوم نبی اکرم ﷺ کی مخالفت میں ہمیشہ پیش پیش رہی اور آپ کے خلاف سازشوں اور ریشہ دوانیوں میں کھلے کھلے کافروں اور مشرکوں کو مات کر گئی۔ یہاں قرآن نے ان پر ایک تعریض کے انداز میں ان کی جو اصل صورت حال تھی' اس کا نقشہ ان عجیب الفاظ میں کھینچا ہے :

© rasailojaraid.com
© rasailojaraid.com

﴿ يُرِيْدُوْنَ لِيُطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ ﴾

"یہ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنے مُنہ کی پھونکوں سے بجھا دیں"۔

مولانا ظفر علی خاں نے دراصل یہیں سے اپنے اس شعر کے لئے خیال اخذ کیا ہے: ؎

نورِ خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا!

﴿ يُرِيْدُوْنَ لِيُطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ ﴾ کے الفاظ میں خاص طور پر اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ یہود کبھی بھی کھلے میدان میں حضور ﷺ کا مقابلہ نہ کر سکے۔ ابوجہل مقابلے پر آیا تو مرنے اور مارنے کے لئے آیا اور اس نے اپنی گردن کٹالی۔ لیکن یہود میں یہ حوصلہ نہ تھا۔ قرآن مجید میں ایک دوسرے مقام پر یہ بات فرمائی گئی ہے کہ اے نبی! یہ یہودی کبھی آپ کے ساتھ کھلے میدان میں مقابلے پر نہ آئیں گے۔ ان کا سارا معاملہ کہیں دیواروں کے پیچھے سے اپنا تحفظ لے کر' کہیں چھتوں کے اوپر سے پتھر برسا کر یا دوسروں کو اُبھار کر اور اشتعال دلا کر آپ کے خلاف اکسانے کی طرح کا ہی ہوگا۔ یہاں اسی کی طرف تعریض کے انداز میں اشارہ کیا گیا ہے کہ یہ اللہ کے نور کو اپنے مُنہ کی پھونکوں سے بجھا دینا چاہتے ہیں۔

﴿ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ۝ ﴾

"اور اللہ تو اپنے نور کا اتمام کر کے رہے گا' اگرچہ یہ کافروں کو کیسا ہی ناگوار گزرے"۔

اللہ کا یہ اٹل فیصلہ ہے اور تاریخ نسل انسانی کا وہ وقت آچکا ہے کہ اس نور کا اتمام کر دیا جائے' اس ہدایت کی تکمیل ہو جائے' وہ وقت آ جائے جبکہ اعلانِ عام ہو کہ ﴿ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ﴾ اور اللہ کا یہ اٹل فیصلہ پورا ہو کر رہے گا۔ بعثت محمدّی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام حکمت خداوندی کے اسی تقاضے کے تحت ہوئی ہے۔

نبی اکرم ﷺ کا مقصد بعثت

﴿ هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ

© rasailojaraid.com
© rasailojaraid.com

كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ﴾

"وہی ہے (اللہ) جس نے بھیجا اپنے رسول (محمد ﷺ) کو الہدیٰ اور دینِ حق کے ساتھ' تاکہ وہ غالب کردے اس کو کُل کے کُل دین پر' خواہ مشرکوں کو یہ کتنا ہی ناگوار گزرے"۔

عالمِ واقعہ میں اللہ کے نور کے اتمام کی صورت یہ ہو گی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول حضرت محمد ﷺ کو جو "الہدیٰ" یعنی قرآن مجید دے کر بھیجا ہے' اس کا نور عام ہو گا۔ اس عالم میں اس قرآن مجید کا چرچا ہو گا۔ محمد ﷺ اس قرآن کی مکمل طور پر تبلیغ فرمائیں گے اور اس کے ساتھ دینِ حق یعنی جو نظام عدل و قسط دے کر وہ بھیجے گئے ہیں' اسے قائم اور نافذ کر کے نوعِ انسانی پر اتمامِ حجت فرما دیں گے۔ اسی کے بارے میں فرمایا گیا : ﴿اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ﴾ یعنی دین کی تکمیل اور نوعِ انسانی پر نعمتِ خداوندی کا اتمام بعثتِ محمدی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی صورت میں ہو کر رہے گا۔

کارِ رسالت کی تکمیل کے لئے اہلِ ایمان کی ذمہ داریاں

اس کے بعد اب وہ آیت آ رہی ہے جس کا اس درس کے آغاز میں حوالہ دیا گیا تھا۔ جب اللہ کا اٹل فیصلہ یہ ہے تو اب اس کے لئے اہل ایمان کو جان اور مال کھپانا ہے۔ چنانچہ یہاں اہل ایمان کو اس کے لئے آمادہ کیا جا رہا ہے۔ کسی کو کسی کام پر آمادہ کرنے کے دو انداز ہوتے ہیں۔ ایک ترغیب و تشویق کا انداز ہے کہ یہ کرو گے تو یہ اجر ملے گا' یہ بدلہ ملے گا' یوں شاباش ملے گی' اس طرح تمہاری خدمات کا اعتراف کیا جائے گا' تمہیں ان خلعتوں سے نوازا جائے گا' اور دوسرا انداز یہ کہ اگر نہ کرو گے تو یہ سزا ملے گی۔ ان میں سے پہلا تشویق کا انداز ہے اور دوسرے کے اندر دھمکی اور وعید کا پہلو ہے۔ اس لئے پہلے کو "ترغیب" اور دوسرے کو "ترہیب" کہا جاتا ہے۔ اس سورۂ مبارکہ کے عین مرکز میں بعثتِ محمدیؐ کا مقصد معیّن ہوا ہے۔ اس کے لئے یہاں اہلِ ایمان کو جہاد کی دعوت دی جا رہی ہے اور اس کے لئے ترغیب اور ترہیب کے دونوں انداز اختیار کئے جا رہے ہیں۔ اس سورۂ مبارکہ کا پہلا رکوع بھی ترہیب پر مشتمل تھا کہ اگر دین کے تقاضوں پر عمل پیرا نہ ہو گے تو قول و عمل کے تضاد کے مرتکب گردانے جاؤ گے' اللہ تمہارے طرزِ

© rasailojaraid.com
© rasailojaraid.com

عمل سے بیزار ہو گا اور تم اس کے غضب کے مستحق ٹھہرو گے' اور اس طرح تم گویا کہ یہود کے نقش قدم کی پیروی کرو گے جنہوں نے یہ طرزِ عمل اختیار کیا اور وہ اس مقام اور منصب سے معزول کر دیئے گئے جہاں آج تمہارا تقرر عمل میں لایا گیا ہے۔

دوسرے رکوع میں ترغیب کا انداز غالب ہے' اگرچہ اس کی ابتدا بھی ترہیب سے کی گئی ہے۔ ارشاد ہوتا ہے :

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِيْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝ ﴾

"اے اہل ایمان! کیا میں تمہیں ایک ایسی تجارت بتاؤں جو تمہیں (آخرت کے) دردناک عذاب سے چھٹکارا دے دے؟"

گویا کہ یہاں یہ بات implied ہے کہ اگر تم یہ نہ کرو گے تو چھٹکارا پانے کی کوئی امید نہیں۔ اگر تم یہ سمجھے بیٹھے ہو کہ محض یہ کہنے سے کہ "ہم ایمان لے آئے" چھٹکارا ہو جائے گا تو یہ امید موہوم ہے' خیالِ خام ہے۔

سورۃ العنکبوت شروع ہوتی ہے ان الفاظ سے :

﴿ الٓمّٓ ۝ اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ يُّتْرَكُوْٓا اَنْ يَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُوْنَ ﴾

"کیا لوگوں نے یہ سمجھا تھا کہ انہیں چھوڑ دیا جائے گا صرف یہ کہنے سے کہ ہم ایمان لے آئے' اور انہیں آزمایا نہ جائے گا؟"

انہیں پرکھا نہ جائے گا' ان کی آزمائش نہ کی جائے گی' انہیں جانچا نہ جائے گا' انہیں امتحانوں کی بھٹیوں میں ڈالا نہ جائے گا؟ وہی بات یہاں فرمائی جا رہی ہے کہ اگر کسی نے یہ سمجھا تھا کہ محض یہ کہہ دینے سے کہ ہم ایمان لے آئے' چھٹکارا ہو جائے گا تو یہ خیالِ خام ہے۔ اگر عذابِ الیم سے چھٹکارا پانا چاہتے ہو تو ایک کاروبار کرنا پڑے گا' ایک مشقت جھیلنی پڑے گی' ایک محنت کرنی ہو گی۔

﴿ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ ﴾

"(وہ یہ ہے کہ) ایمان لاؤ اللہ اور اس کے رسول پر' اور جہاد کرو اللہ کی راہ میں

© rasailojaraid.com

اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے"۔

﴿ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ ﴾

"یہی تمہارے حق میں بہتر ہے اگر تم سمجھو"۔

اگر تم واقعی علم رکھتے ہو' اگر ہوش مند ہو' باشعور ہو' نفع اور نقصان کا صحیح فہم تمہیں حاصل ہے تو جان لو کہ یہی بہتر ہے۔ اپنی جان کا اللہ کی راہ میں دے دینا در حقیقت اس جان کو ہمیشہ کے لئے جاوداں بنا لینا ہے۔ جیسا کہ سورۃ البقرۃ میں فرمایا گیا: ﴿ وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ؕ بَلْ اَحْيَاۗءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ۝ ﴾ اسی طرح اگرچہ بظاہر مال سے محبت ہے' اور اس کو جمع کر کے سینت سینت کر رکھنے کی طرف طبیعت کا میلان ہے' لیکن اگر تم حقیقت شناس اور حقیقت بین ہو تو جان لو کہ اللہ کے راستے میں' اس کے دین کی سربلندی کے لئے اس کا کھپا دینا اور لگا دینا ہی بہتر ہے۔

©rasailojaraid.c

مجاہدین فی سبیل اللہ کے لئے انعاماتِ ربانی

اگلی دو آیات گویا کہ اسی آخری ٹکڑے ﴿ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴾ کی شرح ہیں' جن میں "ترغیب" کا انداز اختیار کیا گیا ہے۔ چنانچہ ان میں ایک کے بعد دوسرے انعام اور اعلیٰ مراتب کا ذکر ہے کہ اگر یہ کرو گے تو کیا کیا کچھ ملے گا۔ تو سب سے پہلے فرمایا:

﴿ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ﴾ "وہ تمہاری خطائیں معاف فرمائے گا"۔

یعنی اگر تم اس راستے پر قدم بڑھاتے چلو اور اس سے دامن بچا کر نکلنے کی کوشش نہ کرو' اس فرضِ منصبی کی ادائیگی سے پہلو تہی نہ ہو' تو پھر اگر کہیں کوئی لغزش یا خطا ہو بھی گئی تو اللہ کا پہلا وعدہ تو یہ ہے کہ تمہاری خطاؤں سے درگزر فرمائے گا' تمہاری غلطیوں کو معاف فرما دے گا' تمہارے گناہوں کی پردہ پوشی کرے گا۔

مزید برآں یہ کہ:

﴿ وَيُدْخِلْكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ؕ ﴾

"اور تمہیں داخل کرے گا ان باغات میں جن کے دامن میں ندیاں بہتی ہوں گی'

©rasailojaraid.c

اور ان پاکیزہ گھروں میں جو جنّاتِ عدن میں ہیں"۔

یعنی ہمیشہ باقی رہنے والے رہائشی باغات (Residential Gardens) میں تمہیں اعلیٰ مسکن عطا فرمائے گا۔

﴿ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝ ﴾ "یہ ہے اصل کامیابی!"

یہ ہے اصل فوز و فلاح۔ یعنی اصل کامیابی و کامرانی آخرت کی کامیابی ہے۔ یہ وہی مضمون ہے جو ہم پورے شد و مد (emphasis) کے ساتھ سورۃ التغابن میں پڑھ چکے ہیں۔ وہاں فرمایا گیا : ﴿ ذٰلِكَ يَوْمُ التَّغَابُنِ ﴾ "وہ ہے ہار اور جیت کے فیصلے کا دن"۔ جو اُس روز جیتا وہ جیتا' اور جو اُس روز ہارا وہ ہارا۔ جو اُس روز کامیاب قرار دیا گیا وہی کامیاب ہے اور جو اُس روز ناکام قرار پایا وہی ناکام ہے۔ چنانچہ اصل کامیابی یہی ہے' بڑی کامیابی یہی ہے۔

© rasailojaraid.com

نصرتِ خداوندی اور فتح قریب کا وعدہ

﴿ وَاُخْرٰى تُحِبُّوْنَهَا ﴾ "اور ایک اور چیز جو تمہیں بہت محبوب ہے"۔

یہ بڑا ہی عجیب اور قابل توجہ پیرایۂ کلام ہے۔ اللہ کے نزدیک تو اصل کامیابی وہ ہے جس کا ذکر ہو چکا' لیکن ایک اور چیز کا بھی وعدہ ہے' جو تمہیں بہت محبوب ہے' اور وہ ہے :

﴿ نَصْرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَفَتْحٌ قَرِيْبٌ ﴾

"اللہ کی طرف سے مدد اور جلد فتح یابی"۔

یعنی اللہ کی طرف سے مدد کا وعدہ بھی ہے اور اس فتح کا بھی جو زیادہ دُور نہیں ہے۔ اب یہ مرحلہ آیا چاہتا ہے۔ اللہ کے دین کا غلبہ ہوا چاہتا ہے۔ در حقیقت اس سورۂ مبارکہ کے زمانۂ نزول کو اگر ذہن میں رکھا جائے تو ان آیات کا مفہوم صحیح طور پر سامنے آتا ہے۔ محسوس ہوتا ہے کہ یہ آیات غزوۂ احزاب کے فوراً بعد نازل ہوئیں۔ غزوۂ احزاب رسول اللہ ﷺ کی اس جدوجہد' کشمکش اور انقلابی دعوت میں ایک فیصلہ کن موڑ (Turning Point) کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس کے بعد نظر آ رہا تھا کہ گویا اب صورتِ حال تبدیل ہو جانے والی ہے۔ (Tables were to be turned) اس کی طرف حضور ﷺ نے غزوۂ احزاب کے فوراً بعد ان الفاظ میں ارشاد فرمایا تھا کہ : "لَنْ یَّغْزُوْکُمْ

© rasailojaraid.com

قُرَیْشٌ بَعْدَ عَامِهِمْ ھٰذَا وَلٰکِنَّکُمْ تَغْزُوْنَهُمْ" یعنی اے مسلمانو! اس سال کے بعد اب قریش تم پر حملہ آور نہیں ہوں گے۔ یہ ان کی طرف سے آخری حملہ تھا' کفر کی کمر ٹوٹ چکی اور کفار حوصلہ ہار گئے' اب اقدام تمہاری طرف سے ہوگا۔ اسی کا گویا نقشہ ہے جو اِس آیۂ مبارکہ کے الفاظ میں سامنے آرہا ہے۔ اللہ کی طرف سے فتح و نصرت کے وعدے کے ساتھ فرمایا جارہا ہے :

وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝

"اور (اے نبیؐ) اہل ایمان کو بشارت دے دیجئے!"

نبی اکرم ﷺ کے مذکورہ بالا فرمانِ مبارک اور اس آیۂ مبارکہ کے مابین ایک گہرا منطقی ربط معلوم ہوتا ہے اور حضورؐ کا وہ قول اغلباً ــــ واللہ اعلم ــــ اسی آیۂ مبارکہ کے نزول کے بعد کی بشارت محسوس ہوتا ہے۔ یہاں فرمایا جارہا ہے کہ اے نبیؐ! اہل ایمان کو بشارت دیجئے کہ اب وہ مرحلہ دور نہیں ہے۔ اب اللہ کی مدد آیا چاہتی ہے اور فتح تمہارے قدم چومنے کو ہے۔ لیکن اس پورے معاملے کو "اُخْرٰی تُحِبُّوْنَهَا" سے تعبیر کیا گیا ہے۔ یعنی اللہ کی نگاہ میں اس کی کوئی وقعت نہیں ہے کہ تم کامیاب ہوتے ہو یا ناکام! اس کے نزدیک تو اصل کامیابی آخرت کی کامیابی ہے۔ بندۂ مؤمن کا فرض ہے کہ جو کچھ اس کے پاس ہے اسے اللہ کی راہ میں لگادے اور اپنے تمام وسائل میدان میں لا ڈالے۔ دنیا میں وہ کامیاب ہوتا ہے یا ناکام' اس سے اس کی حقیقی کامیابی اور ناکامی کا کوئی تعلق نہیں۔ حضرت حمزہ بن عبدالمطلب یومِ اُحد ہی کو شہید ہوگئے اور انہوں نے دین کا غلبہ اپنی نگاہوں سے نہیں دیکھا۔ انہوں نے وہ دور نہیں دیکھا جب اللہ کے دین کا جھنڈا لہرا رہا تھا' جب محمدؐ رسول اللہ ﷺ میدانِ عرفات یا وادیٔ منیٰ میں سوا لاکھ کے مجمع کو خطاب فرما رہے تھے۔ لیکن کون کہہ سکتا ہے کہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ ناکام ہوئے۔ نعوذ باللہ من ذٰلک! یہی وجہ ہے کہ یہاں ان دو وعدوں کو علیحدہ علیحدہ گروپ کیا گیا ہے۔ پہلا وعدہ خطاؤں کی بخشش اور داخلہ جنّت کا ہے' جسے "اصل کامیابی" قرار دیا گیا ہے' اور دوسرا وعدہ اور خوشخبری ایک ایسی چیز کے بارے میں ہے جس کے لئے فرمایا گیا کہ "جو تمہیں بہت پسند ہے"۔ انسان بربنائے طبعِ بشری اپنی جِدّ و جُہد کے نتائج کو دیکھنا چاہتا ہے'

© rasailojaraid.com

اپنی کوششوں کو کامیابی سے ہمکنار ہوتے ہوئے دیکھنے کی خواہش انسان میں فطری طور پر ہوتی ہے۔ یہاں اس کی طرف اشارہ فرمادیا گیا۔

"کُوْنُوْٓا اَنْصَارَ اللّٰہِ" کی پکار

اب ہم اس سورۂ مبارکہ کی آخری آیت کا مطالعہ کریں گے جو ایک طویل آیت ہے۔ اور منطقی اعتبار سے یہ اس سلسلۂ مضمون کا ایک انتہائی اہم اور بلند ترین مقام ہے جو گزشتہ آیات میں چلا آرہا ہے۔ فرمایا :

﴿ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُوْنُوْٓا اَنْصَارَ اللّٰہِ ﴾

"اے اہل ایمان! اللہ کے مددگار بنو۔"

اس کا تعلق اس سورۂ مبارکہ کی پہلی آیت کے ساتھ جوڑیئے۔ وہاں فرمایا گیا تھا :

﴿ سَبَّحَ لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ۚ وَھُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ ۝ ﴾ وہ زبردست ہے‘ کمالِ حکمت والا ہے۔ وہ غالب ہے‘ زبردست ہے‘ توانا ہے‘ اس کی حکومت اس پوری کائنات پر چھائی ہوئی ہے‘ اسے کسی کی نصرت کی کوئی احتیاج نہیں۔ وہ (معاذ اللہ) ضعیف نہیں ہے کہ اسے کسی کی مدد کی احتیاج ہو۔ بایں ہمہ اگر بندۂ مؤمن اس کے دین کے غلبے کے لئے سعی کر رہا ہو‘ اس کے دین کی سربلندی کے لئے جان اور مال کھپا رہا ہو‘ اس کے رسول کے مشن کی تکمیل کے لئے جسم و جان کی توانائیوں کو صرف کر رہا ہو‘ اپنے مال و اسباب اور وسائل و ذرائع کو اس راہ میں خرچ کر رہا ہو تو اللہ تعالیٰ اس کی اس حد تک حوصلہ افزائی فرماتے ہیں کہ اس کی اس جدوجہد کو اپنی نصرت سے تعبیر فرماتے ہیں۔ اور بندے کے لئے اس سے اونچا مقام اور کوئی نہیں ہے کہ مخلوق ہو کر خالق کا مددگار قرار پائے‘ عبد ہوتے ہوئے معبود کا مددگار قرار پائے‘ اور معبود اپنے بندوں سے کہے :

﴿ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُوْنُوْٓا اَنْصَارَ اللّٰہِ ﴾

"اے اہلِ ایمان! اللہ کے مددگار بنو!"

اس کے لئے اب یہاں تاریخ سے شواہد لائے گئے ہیں۔ بنی اسرائیل کی تاریخ جہاں بہت سی پستیوں کی امین ہے‘ وہاں اس میں رفعتیں بھی ہیں۔ حضرت مسیح علیہ السلام کے حواریوں نے ع "ثبت است بر جریدۂ عالم دوامِ ما" کے مصداق حضرت مسیح علیہ السلام کے

© rasailojaraid.com

رفعِ آسمانی کے بعد اُن کے پیغام کی نشرواشاعت میں جس تندہی کے ساتھ محنتیں کی ہیں، جو کوششیں کی ہیں، جس طرح کے مصائب جھیلے ہیں، جس طرح کی صعوبتیں اور شدائد برداشت کیے ہیں، وہ واقعہ یہ ہے کہ تاریخ انسانی کا اس پہلو سے ایک بڑا درخشاں باب ہے۔ چنانچہ فرمایا گیا:

﴿كَمَا قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ لِلْحَوَارِيِّينَ مَنْ أَنْصَارِي إِلَى اللَّهِ ۖ﴾

"جیسے کہ کہا تھا عیسیٰ ابن مریم نے اپنے حواریوں سے کہ کون ہے میرا مددگار اللہ کی طرف؟"

چونکہ یہ کام اللہ کا ہے، اللہ کے دین کی تبلیغ اور اس کی نشرواشاعت مقصود ہے لہٰذا اسے "اللہ کی طرف نصرت" سے تعبیر فرمایا۔ بعثتِ محمدی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے مقصد اور اس کی غرض وغایت کو سامنے رکھیے تو کہا جائے گا کہ کون ہے جو اللہ کے دین کے غلبے اور اس کی سربلندی کی جدوجہد میں میرا مددگار ہو، میرا دست وبازو بنے، میرا ممدّ ومعاون ہو، اس راہ میں میرا ساتھ دے؟

آپ نے دیکھا کہ ﴿كُونُوا أَنْصَارَ اللَّهِ﴾ اور ﴿مَنْ أَنْصَارِي إِلَى اللَّهِ﴾ میں نصرت کی دونوں نسبتیں آگئی ہیں، ایک نسبت اللہ کی طرف اور دوسری رسول کی طرف۔ یعنی اللہ کی نصرت بایں معنی کہ دین اللہ کا ہے —— اور رسولؐ کی نصرت اس حوالے سے کہ اللہ کے دین کو غالب کرنا اصلاً رسولؐ کا فرضِ منصبی ہے۔ یہ دونوں نسبتیں ہمارے منتخب نصاب کے آخری مقام سورۃ الحدید میں ان الفاظ میں بیان ہوئی ہیں: ﴿وَلِيَعْلَمَ اللَّهُ مَنْ يَنْصُرُهُ وَرُسُلَهُ بِالْغَيْبِ﴾ کہ اللہ دیکھنا چاہتا ہے کہ کون ہیں اس کے وہ جان نثار اور وفادار بندے جو غیب میں رہتے ہوئے اس کی اور اس کے رسولوں کی مدد کرتے ہیں۔ تو یہ نصرتِ خداوندی اور نصرتِ رُسل ہی گویا کہ جہاد فی سبیل اللہ کی اصل ماہیت، اس کی اصل حقیقت، اس کا لب لباب اور اس کا خلاصہ ہے۔ آگے "مَنْ أَنْصَارِي إِلَى اللَّهِ" کے جواب میں حواریین مسیح کا جواب نقل ہوا ہے:

﴿قَالَ الْحَوَارِيُّونَ نَحْنُ أَنْصَارُ اللَّهِ﴾

"حواریین نے کہا کہ ہم ہیں مددگار اللہ کے!"

© rasailojaraid.com
© rasailojaraid.com

﴿ فَاٰمَنَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْۢ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ وَ كَفَرَتْ طَّآئِفَةٌ ۚ ﴾

"پھر بنی اسرائیل میں سے ایک گروہ ایمان لایا (حضرت مسیح علیہ السلام پر) اور ایک گروہ کفر پر اڑا رہا۔"

اللہ کی تائید سے اہلِ ایمان کا غلبہ

﴿ فَاَیَّدْنَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا عَلٰی عَدُوِّهِمْ فَاَصْبَحُوْا ظٰهِرِیْنَ ۝ ﴾

"تو ہم نے تائید فرمائی ان کی جو ایمان لائے تھے ان کے دشمنوں کے مقابلے میں' اور (بالآخر) وہی غالب ہوئے!"

یہاں ﴿ فَاَصْبَحُوْا ظٰهِرِیْنَ ﴾ میں وہی لفظ "اظہار" اسم فاعل کی شکل میں آیا ہے جو ﴿ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ ﴾ میں بطورِ فعل آیا تھا۔ اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نام لیوا دنیا میں غالب ہوئے اور اللہ کے رسول کا انکار کرنے والے یہودی مغلوب ہوئے۔ اور تاریخ میں پھر وہ اَدوار بھی آئے کہ جن میں ان کے لئے اپنا کوئی تشخص برقرار رکھنا بغیر اس کے ممکن نہیں رہا کہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نام لیواؤں کی پناہ میں آئیں اور ان کے دامن میں اپنے آپ کو چھپائیں۔ تاریخ انسانی کے دَوران وقفے وقفے کے بعد ان پر عذابِ خداوندی کے کوڑے بھی برستے رہے۔ کبھی بخت نصر کے حملے کی صورت میں ان پر عذابِ الٰہی آیا اور کبھی ٹائٹس رومی کی صورت میں ان پر قہر خداوندی نازل ہوا۔ بیسویں صدی میں ہٹلر کے ہاتھوں ان پر قیامت ٹوٹی۔ لیکن بہرحال تاریخ کی یہ اَنمٹ شہادت ہے کہ وہ اُس وقت سے ہمیشہ مغلوب ہی رہے ہیں۔ اِس وقت بظاہر دنیا میں ان کی کچھ چلت پھرت اور کچھ حیثیت و مقام نظر آتا ہے' لیکن وہ بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نام لیواؤں کے طفیل اور ان کے سہارے پر ہے۔ اور اگر یہ آج کچھ ناچ رہے ہیں تو انہی کے کھونٹے پر کہ جو چاہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے صحیح معنوں میں متّبعین نہیں ہیں' لیکن بہرحال ان کے نام لیوا ہیں۔

یہاں یہ سورۂ مبارکہ ختم ہوتی ہے۔ اب چند جملوں میں اس کا لُبِّ لباب ذہن نشین کر لیجیے۔ سورۂ مبارکہ کا مرکزی مضمون ہے محمدٌ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد بعثت اور اس کی تکمیلی اور امتیازی شان' یعنی وہ دینِ حق جو آپؐ دے کر بھیجے گئے اسے پورے نظامِ زندگی

© rasailojaraid.com
© rasailojaraid.com

پر بالفعل قائم کرنا' غالب کرنا' رائج کرنا' نافذ کرنا۔ اور وہ جو ایمان رکھتے ہوں اللہ پر اور ایمان رکھتے ہوں محمد ﷺ پر' ان کا فرضِ منصبی ہے اس مقصد کیلئے جان اور مال کے ساتھ جہاد کرنا۔ وہ اگر یہ کرتے ہیں تو ان کیلئے سب کچھ ہے' مغفرت بھی ہے اور ہمیشہ رہنے والے رہائشی باغات میں ان کو بہترین ٹھکانے بھی میسر آ جائیں گے۔ ان پر اللہ کی طرف سے انعام و اکرام اور اعزاز کی بارش ہو گی۔ پھر یہ کہ مزید اس دنیا میں بھی نصرت اور فتح کے وعدے ہیں۔ اور مزید بر آں یہ کہ ان کی اس طرح قدر افزائی ہو گی اور وہ بلند مقام انہیں ملے گا کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کے مددگار قرار پائیں گے۔ اور اگر نہیں کرتے ہیں تو عذابِ الیم سے چھٹکارا پانے کی امید بھی موہوم ہے' بلکہ یہ اللہ کے غضب کو بھڑکا دینے والی بات ہے کہ انسان زبان سے دعوائے ایمان کرے' اللہ اور اس کے رسول کو ماننے کا اقرار کرے اور بالفعل اس کے تقاضوں کو پورا کرنے سے انکار کر دے!!

خلافت کی اصل حقیقت اور اس کا تاریخی پس منظر

اور عہد حاضر میں اس کے دستوری و قانونی اور معاشی و معاشرتی ڈھانچے اور اس کے

قیام کے لئے سیرت نبویؐ سے ماخوذ طریق کار کی تشریح پر مشتمل

ڈاکٹر اسرار احمد

داعی تحریک خلافت پاکستان

کے چار جامع خطبات کا مجموعہ' بعنوان :

خطبات خلافت

شائع کردہ : مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور

© rasailojaraid.com